اہل سنت کے نزدیک تکفیر کی حرمت

آخوند ابوبکر خوجملی، امام جمعہ، نگین شہر
ترجمہ: مولانا نثار احمد زینپوری

اس میں شک نہیں ہے کہ برہانِ قاطع اور واضح ترین حجّت کے بغیر تکفیر –کسی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا– حرام اور بہت بڑا گناہ ہے، ناحق مسلمان کو کافر سمجھنے والا خود کافر ہے شرط یہ ہے کہ اعتقاد کے ساتھ کافر کہے جیسا کہ "الدرّ المختار" کتاب میں لکھا ہے۔(۱)

۱– جو شخص کسی مسلمان کو مخاطب کرکے کہے: ائے کافر! تو اسے سزا دینی چاہئے۔ (سوال یہ ہے کہ) کیا مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے؟ جی ہاں! اگر اس کے کافر ہونے کا عقیدہ نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہے۔ اس حکم کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ اور یہ نبیؐ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔

۲– جو شخص اپنے دینی بھائی کو ائے کافر کہہ کر پکارے تو کفر کی یہ نسبت ان میں سے ایک کی طرف پلٹے گی۔ اگر مد مقابل کو کافر کہنا حق ہے تو یقینا وہ شخص کافر ہے جسے اس نے کافر کہا ہے ورنہ کفر کی یہ نسبت خود اس کی طرف پلٹے گی۔ رسولؐ نے فرمایا: دوسرے کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ شخص کفر کی نسبت کا مستحق نہ ہو۔

تکفیر کی روش مسلمانوں کی حرمت و شرافت کو ختم کرنے، ان کے خون کو مباح سمجھنے اور ان کے مال کو غارت کرنے کا خطرناک ترین حربہ ہے۔ کیونکہ اس کام کو شرعی حکم کے عنوان سے انجام دیا جاتا ہے اگرچہ یہ حکم باطل ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عالم اسلام میں اس کے بہانہ سے بم دھماکے ہوتے ہیں، مسلمانوں عورتوں، بچوں اور بے گناہ اور گناہگار لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے، حالانکہ ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ راہ خدا میں اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ اس تکفیر –مسلمانوں کو کافر قرار دینے– کی کوئی دلیل اسلامی مذاہب کے مشہور و معتبر منابع و مدارک میں نہیں ملتی ہے۔ اسی لئے میں نے اس مقالہ کا عنوان "علماء اہل سنت کے نزدیک تکفیر حرام ہے" رکھا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اسلامی مذاہب کے بزرگ (علماء)، محدثین و مفسرین کے نزدیک تکفیر کا یہ طریقہ مسترد ہے۔

عام اہل سنت والجماعت تکفیر کو حرام سمجھتے ہیں

اہل سنت کے بزرگوں کا قول ہے: اہل سنت والجماعت کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگوں سے "فاجر"، "بَرّ" کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: فاجر، فاسق ہے اور مسلمان ہے اور "بَرّ" عادل و معتدل مسلمان ہے، رسولؐ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: گناہ کی وجہ سے کوئی بھی کافر نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

قاعدہ: جس شخص کا اسلام ثابت ہو چکا ہے، شک کی وجہ سے اس کا اسلام ختم نہیں ہوتا ہے۔

اس قاعدہ پر اہل سنت والجماعت کے ان پیشواؤں کا کہ جن کا ورع اور تقویٰ سب سے زیادہ ہے اس پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا خطرناک بات ہے۔ دلیل و برہان کے بغیر کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو تکفیر سے بچا جائے۔ رسول اکرمؐ نے دلیلِ قاطع کے بغیر ایک دوسرے کو کافر کہنے سے منع کیا ہے۔ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے دینی بھائی کو ائے کافر کہتا ہے، کفر کی یہ نسبت ان دونوں میں سے ایک کی طرف پلٹتی ہے اگر وہ حقیقت میں کافر ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کی نسبت خود کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے۔ (۳)

کتاب "الحاوی الکبیر" میں لکھا ہے کہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جن میں دس خصوصیتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ خدا کے بارے میں ایسی بات نہیں کہتے جو اس کی صفات کے لائق نہیں ہوتی۔
۲۔ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور قرآن مخلوق نہیں ہے۔
۳۔ جمعہ اور عید و بقر عید کی نماز میں ہر نیک و بد کی اقتداء کرتے ہیں۔
۴۔ تقدیر۔ اس کے نیک و بد۔ کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔
۵۔ جوتے کے اوپر مسح کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔
۶۔ معاشرہ کے حاکم کے خلاف تلوار کے ساتھ خروج (و شورش) نہیں کرتے۔
۷۔ ابو بکر و عمر اور عثمان و علی کو ایک دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔
۸۔ کسی بھی اہل قبلہ۔ یعنی مسلمان۔ کو کسی بھی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔
۹۔ اہل قبلہ کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں۔
۱۰۔ جماعت کو رحمت اور تفرقہ کو عذاب سمجھتے ہیں۔ (۴)

محقق "ابن ھمام" نے تحریر کے آخر میں اضافہ کیا ہے۔ معتزلہ جیسے بدعتی لوگوں کی نادانی کو معاف نہیں کیا جا سکتا جو کہ خدا کی صفات کو زائد بر ذات نہیں مانتے، عذابِ قبر، شفاعت اور بڑے گناہ کرنے کو اسلام

سے خارج ہونے اور خدا کے دیدار کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں کتاب خدا اور سنت کی صحیح واضح اور بے ابہام دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن ایسی باتوں کا عقیدہ رکھنے والا کافر نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں اس نے قرآن یا حدیث یا عقل سے تمسک کیا ہے، پھر اہل قبلہ کو کافر کہنے سے منع کیا گیا ہے نیز ان ایسے لوگوں کی گواہی قبول کرنے اور مسلمان کے برخلاف کافر کی گواہی قبول نہ کرنے پر اجماع ہے۔ اور فرقۂ "خطابیہ" کی گواہی کا قبول نہ کیا جانا ان کے کافر ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کی گواہی اس لئے قبول نہیں کی جاتی کہ یہ اپنے ہم عقیدہ شخص کی جھوٹی اور ناحق گواہی کو قبول کرتے ہیں یا اس کے حق پر ہونے کی قسم کھاتے ہیں۔ (۵)

اہل سنت کے ائمہ اربعہ تکفیر کو حرام سمجھتے ہیں

فقہ حنفی

ابوالحسن علی بن احمد فارسی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ہم سے فقیہ نصیر بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے اہل سنت والجماعت کے اصول کے بارے میں، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا: اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہنا، کسی کے ایمان کی نفی نہ کرنا، ہاں نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا، جو چیز تم تک پہنچی ہے وہ تو پہنچنی ہی تھی اور جو چیز تمہیں نہیں ملی ہے اسے تم تک نہیں پہنچنی تھی (خدا کی قضا و قدر پر ایمان رکھو) اور رسولؐ کے اصحاب میں سے کسی پر تبرّیٰ نہ کرو۔ (۶)

جو شخص کسی مسلمان کو، اے کافر، کہتا ہے اسے سزا دی جانی چاہئے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر سمجھتا ہے کیا وہ کافر ہے؟ ہاں! لیکن اگر اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو کافر نہیں ہے، یہ فتویٰ دیا گیا ہے۔ "شرح وھبانیہ" (۷) میں بیان ہوا ہے کہ اگر مد مقابل، اے کافر! کی آواز سن کر کہے: جی! تو اس سے کافر ثابت ہو جائے گا اور "تاتر خانیہ" میں آیا ہے؛ جب تک اے کافر بخدا، نہ کہے اس وقت تک اسے سزا نہ دی جائے؛ کیونکہ ممکن ہے اس نے اس کے طاغوت کو کافر کہا ہو۔ کتاب "الدّرُ المختار" میں مزید لکھا ہے: اگر نیک و صالح مسلمان کو، اے فاسق کہے تو اسے بھی یہی سزا دی جائے گی، لیکن اگر اس کا فسق واضح ہو تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ اگر کہنے والے کا مقصد سبب بیان کئے بغیر فقط فسق کا اثبات ہو تو عدالت میں اس کی بات نہیں سنی جاتی ہے اور اگر اس فسق کا شرعی سبب بیان کرے تو قاضی –جج– اس سے "بیّنہ" نہیں طلب کرے گا۔ بلکہ ملزم سے ان واجبات کے بارے میں سوال کرے گا، جن کا جاننا واجب ہے، اگر وہ ان واجبات سے نہ واقف ہو گا تو اس کا فسق ثابت ہو جائے گا اور فسق کی نسبت دینے والے کو سزا نہیں دی جائے گی اس مسئلہ میں مسلمان کی قید لگانے پر تمام فقہا کا اتفاق ہے، کیونکہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر ذمّی کو

بھی فاسق کہتا ہے تو اسے بھی سزا دی جائے گی کہ اس نے معصیت کی ہے۔ جیسا کہ کتاب "البحر" میں لکھا ہے: اگر کوئی شخص اے کافر، اے یہودی! کہے اور اس سے اس کا مقصد گالی دینا (یا اس کی اہانت) ہو حقیقت میں اس کو کافر نہ سمجھتا ہو، تو اسے سزا دی جائے گی لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ لیکن اگر وہ مخاطب کے کافر ہونے کا معتقد ہے تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اسلام کو کفر سمجھا ہے۔(۸)

جو شخص مرتد ہو جائے اور مہلت مانگے تو اسلامی مذاہب کے نقطۂ نظر سے مستحب ہے کہ حاکمِ شرع (اس کو مہلت دے) اس کے سامنے اسلام پیش کرے، تاکہ اس کا شک بر طرف ہو جائے، اسے تین دن تک قید رکھنا واجب ہے (بعض نے مستحب کہا ہے) اور ہر روز اسے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا جائے گا اور اگر وہ مہلت نہ مانگے تو حاکم شرع اسے اسی وقت کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ مگر یہ کہ حاکم شرع کو اس کے مسلمان ہونے کی توقع ہو۔ اور اگر وہ دوبارہ مرتد ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس بار اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور تیسری بار مرتد ہونے پر اسے قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی توبہ آشکار ہو جائے اور اگر پھر کافر ہو جائے تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔(۹)

اگر لوگ کسی مسلمان کے کافر ہونے کی گواہی دیں اور وہ خود انکار کرے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اس حکم کی دلیل گواہوں کی تکذیب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی دلیل ارتداد کا انکار اور اسلام کی طرف واپس پلٹنا ہے اس صورت میں صرف اس کے قتل کا حکم اٹھایا جائے گا۔ لیکن ارتداد کے باقی احکام، جیسے عمل کا اکارت وقف کا باطل ہونا اور بیوی کا الگ ہونا اس کی توبہ سے ثابت ہوگا۔ اس صورت کے علاوہ اسے قتل کیا جائے گا اور پیغمبر اکرمؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔(۱۰)

ابو حنیفہ اور شافعی کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ اہل قبلہ کے بدعتی لوگوں کو کافر نہیں کہتے تھے اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے کافر ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کو کافر کہنے والا کفر بکنے والا ہے، ہر چند وہ کافر نہیں ہوا ہے بنابرایں اس کی یہ بات حق کے حصول کے لئے کی جانے والی اس کی کوششوں کا نتیجہ ہوگا۔(۱۱)

فقہِ مالکی

گناہ کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا ہے۔ بڑے گناہ کے مرتکب کو کافر کہنے کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ بڑا گناہ کرنے والا کافر نہیں ہوتا ہے، جس کو مسلمان تسلیم کر لیا گیا ہے وہ —چھوٹے بڑے— گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا ہے، گذشتہ اور موجودہ اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ ہاں خوارج کا نظریہ دوسرا ہے وہ کہتے ہیں: ہر گناہ، بڑا گناہ ہے اور ہر بڑا گناہ اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور بڑے گناہ کو انجام دینے والا کافر ہے۔ معتزلہ کا نظریہ بھی کچھ ایسا ہی ہے وہ کہتے ہیں: ہر بڑا گناہ عمل کو

برباد کردیتا ہے اور اسے انجام دینے والا دو مذہبوں کے درمیان رہتا ہے، نہ اسے مومن کہا جاسکتا ہے نہ کافر بلکہ اسے فاسق کہتے ہیں، ان کے اس عقیدہ کی بنیاد عقلی حسن وقبح کے نظریہ پر استوار ہے۔ (۱۲)

کسی مسلمان کے کفر کی گواہی کے بارے میں تفصیلی بحث ہے۔ کسی مسلمان کے کفر کے بارے میں قاضی ــجج۔ صرف گواہ کی بات پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ صاف وصریح طریقہ سے اس کے کفر کی دلیل بھی بیان کرے گا، مجمل طریقہ سے نہیں۔ اس طرح کہے گا: یہ فلاں بات کہنے یا فلاں فعل انجام دینے کی وجہ سے کافر ہوگیا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ گواہ اس مسلمان سے صادر ہونے والے فعل کو کفر سمجھتا ہو اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ واجب ہے کہ مرتد کو ــچاہے وہ غلام ہو یا عورت ــ کفر ثابت ہونے کے دن سے چند روز تک توبہ کی مہلت دی جائے، اس کے کفر کی گواہی اور عدالت میں پیش کرنے کے دن سے نہیں اور اس مدت میں اسے بھوکا پیاسا نہیں رکھا جاسکتا، بلکہ اسے اس کے مال سے کھانا پانی دیا جائے گا لیکن اس کے بیوی بچوں کو اس کے مال سے خرچ نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کا مال قرق ہوگیا ہے اور اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اسے معسر ــتنگ دست ــ سمجھا جائے گا۔ ایسے شخص کی پٹائی نہیں کی جاسکتی، خواہ اس نے توبہ بھی نہ کی ہو، اگر توبہ کرلے گا تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ تلوار سے قتل کیا جائے گا، جزیہ لے کر نہیں چھوڑا جائے گا اور نہ اسے غلام بنایا جائے گا۔ اس کی سزا صرف قتل ہے۔ (۱۳)

مرتد کو، جب تک وہ توبہ نہیں کرتا ہے، تین روز تک کھانا پانی نہیں دیا جائے گا اور نہ اسے سزا دی جائے گی، توبہ کرلے گا تو چھوڑ دیا جائے گا توبہ نہیں کرے گا تو قتل کردیا جائے گا۔ رسولؐ نے حکم دیا ہے: جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو، رسولؐ کا یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلیتا ہے اس شخص کے لئے یہ حکم نہیں ہے جو اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے (مثلاً جین مذہب کو چھوڑ کر عیسائی بن جاتا ہے)۔

مرتد کو توبہ کے لئے تین دن کی مہلت دینے کے موضوع پر عمرؓ وغیرہ کی دلیل خداوند متعال کا یہ قول ہے: "قُل لِلّذِینَ کَفَروا ان ینتھوا" (۱۴) امام مالک سے عمر کے اس قول "قید کردو اور ہر روز اسے ایک روٹی دو" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام مالک نے کہا: ایسا کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن اس پر اجماع نہیں ہے۔ مالک کہتے ہیں "اگر مرتد توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور ارتداد کے زمانہ میں اس پر کوئی حد (سزا) نہیں ہے۔ اسے تین دن کی مہلت دینے پر نص موجود ہے۔ مالک کہتے ہیں: توبہ کے لئے دیئے گئے زمانہ میں توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے بھوکے پیاسے رکھنے اور اسے سزا دینے کا حکم اسلامی متون میں مجھے نہیں ملا۔ (۱۵)

فقہ شافعی

شافعی کہتے ہیں: مجسمہ (خدا کے جسم کے قائل) اور خدا کو جزئیات کے علم سے عاری ماننے والے کے علاوہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ (۱۶)

(کتاب التوحید) اولین واجبات، خدا کی معرفت، یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ واجب الوجود ہے۔ وہ قدیم ہے کوئی بھی اس کا شبیہ و مثل نہیں ہے اس کے اسماء و صفات، ذاتی ہیں اس کو تمام امور کا کلی و جزئی علم ہے، وہ ہمیشہ رہے گا۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا نے اپنے رسولوں کو بشیر و نذیر —بشارت دینے والا اور ڈرانے والا— بنا کر بھیجا ہے تا کہ (بندوں پر) حجت تمام اور صراط مستقیم آشکار ہو جائے نیز اس کے خوب و بد اور تلخ و شیریں پر ایمان رکھنا، غیب پر اور اَن دیکھی چیزوں پر ایمان رکھنا اور جن چیزوں کی خدا نے خبر دی ہے ان میں خدا کے سچے ہونے پر ایمان رکھنا: جیسے برزخ کے حالات، جزاء و عذاب، جنت و جہنم اور اہل قبلہ میں سے کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب پر کافر نہ کہنا اور اسے دائمی طور پر جہنمی نہ سمجھنا، صحابہ کے درمیان ہونے والے نزاع و جھگڑے کے بارے میں رائے کا ظہار نہ کرنا، ان کی صحیح باتوں کو اچھا سمجھنا، خداوندا انھیں اور ہمیں جنت میں جگہ عطا کرے۔ (۱۷)

"متولی" کہتے ہیں: اگر کوئی مسلمان کہتا ہے: اے کافر! اور اس کا جواز پیش نہ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ کہنے والے نے اسلام کو کفر کہا ہے۔ مستقبل میں کافر ہونے کے محکم ارادہ سے ارادہ کرنے والا حال میں کافر ہو جاتا ہے۔ اس تردد میں رہنا کہ آئندہ کافر ہو گا یا نہیں حال میں کافر ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کہنے والا کہ اگر فلاں کام ہو جائے گا تو وہ کافر ہو جائے گا، اس سے وہ حال ہی میں کافر ہو جائے گا مثلاً کوئی مسلمان یہ کہے کہ اگر اس کا مال یا بیٹا ضائع ہو جائے گا تو وہ یہودی یا نصرانی ہو جائے گا۔ کفر سے راضی ہونا کافر ہونے کا سبب ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اسے کلمۂ توحید سکھا دے اور وہ اسے کلمہ نہ سکھائے اور اسے اشارہ کرے کہ مسلمان نہ ہونا یا کسی مسلمان کو اشارہ کرے کہ مرتد ہو جاؤ تو یہ اشارہ کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کسی شخص کے بارے میں یہ کہے: خدا اس سے اس کے ایمان کو چھین لے، یا کسی کافر کے بارے میں کہے: خدا اسے ایمان نصیب نہ کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ چونکہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ کفر سے راضی ہے بلکہ اس نے اس کو نفرین کی ہے، اس پر اسے سخت سزا دی جانی چاہئے۔ البتہ قاضی حسین نے "الفتاویٰ" میں ایک کمزور وجہ بیان کی ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں یہ کہنے والا کہ خدا اس کے ایمان کو سلب کر لے، کافر ہو جاتا ہے۔ (۱۸) واللہ اعلم

اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے کہے: اے کافر! اور اس کا جواز پیش نہ کرے تو کہنے والا کافر ہے۔(۱۹) کیونکہ اس نے اسلام کو کفر کہا ہے۔

فقہ حنبلی

کسی گناہ کے ارتکاب یا کسی چوک کی وجہ سے مسلمان کو کافر کہنا ایسے مسائل میں سے ہے جن کے بارے میں اہل قبلہ کے درمیان اختلاف و نزاع ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ (۲۰)

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ خدا نے اس دعا کو قبول فرمایا اور مسلمانوں کی خطاؤں کو بخش دیا۔ خوارج دین سے برگشتہ لوگوں کو کہ، جن سے رسولؐ نے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور خلفاء راشدین میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے ان سے جنگ کی ہے اور ان کے بعد، صحابہ و تابعین میں سے دین کے پیشوا ان سے جنگ کرنے پر اتفاق رکھتے ہیں، علی ابن ابی طالبؑ اور سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ نے انھیں کبھی کافر نہیں قرار دیا، بلکہ ان سے جنگ کے باوجود انھیں مسلمان کہتے تھے یہاں تک کہ ناحق ان کا خون بہانے کے لئے ان سے جنگ نہیں کرتے تھے، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اموال پر حملہ کیا تھا تو امیرالمومنینؑ نے مسلمانوں کو ان کے ظلم سے بچانے کے لئے ان سے جنگ کی تھی نہ کہ ان کے کافر ہونے کی وجہ سے جنگ کی تھی اور اسی بنا پر ان کی عورتوں کو اسیر نہیں کیا تھا اور ان کے اموال کو نہیں لوٹا تھا۔(۲۱) اگرچہ لوگوں کی گمراہی نص اور اجماع سے ثابت ہو چکی تھی۔ اور خدا اور رسولؐ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا پھر بھی آپؐ نے انھیں کافر قرار نہیں دیا ہے۔ پس ان مختلف گروہوں کا کیا حکم ہے کہ جن پر ایسے مسائل میں حق مشتبہ ہوگیا ہے جن کے بارے میں ان سے زیادہ علم رکھنے والوں پر مشتبہ ہوگیا تھا؟ کوئی بات نہیں ہے۔ ان مختلف گروہوں میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے گروہ کو کافر کہے اور ان کے خون بہانے اور مال لوٹنے کو (مباح و) حلال سمجھے۔ خواہ ان میں قطعی طور پر بدعت پائی جائے۔ پھر اگر دوسرے کو کافر کہنے والا خود ہی بدعتی ہو تو کیا ہوگا؟ بعض موقعوں پر اس کی بدعت اس سے زیادہ سخت ہوتی ہے شاید یہ لوگ اختلافی موضوعات کے حقائق سے جاہل ہیں۔(۲۲)

برا کہنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) برا کہنا مدمقابل کے دین میں نقص کا باعث ہو مثلاً اسے کفرآمیز باتیں کہے اور اسے کافر سمجھے یہ بدترین گالی ہے۔ اسی کی طرف رسولؐ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے کہتا ہے: اے کافر! تو اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا ہے تو کوئی بات نہیں

ہے ورنہ یہ گالی خود کہنے والے کی طرف لوٹے گی؛ خدا کی پناہ یہ بہت بڑی گالی ہے کہ کسی سے ایسی بات کہنا جس سے وہ دین اسلام سے خارج ہو جائے۔ (۲۳)

اے کافر! اے منافق! اے چور، اے لُوفر، اۓ گونگے! اے اندھے! اے مشلول! اے اپاہج کے بچّے! اے لنگڑے! اے سخن چیں! اے خارجی! کہنے والے کو سزا دی جاتی ہے۔ (۲۴)

تکفیر سے ممانعت کے بار میں علماء، فقہاء، مفسرین اور محدثین اہل سنت کے اقوال:

کسی مسلمان کو کافر کہنے کے بڑے نقصان کو علماء اہل سنت نے محسوس کیا ہے اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ قطعی دلیل کے بغیر کسی کو کافر کہنا جائز اور قابل دفاع نہیں ہے، کیونکہ موحّد انسان کو کافر کہنا بڑا جھوٹ، ظلم اور بہت بڑی تہمت ہے۔ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی کہتے ہیں: مومنوں کو کافر کہنا بہت سخت گناہ ہے۔ بلکہ جس شخص کے دل میں ایمان کی رمق بھی ہے، اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کلمۂ لا الٰہ الّا اللہ، محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہوا و ہوس کے پوجاریوں اور بدعتی لوگوں کو کافر کہنے کو بھی سخت سمجھتے ہیں۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت سخت اور خطرناک بات ہے۔ (۲۵)

شوکانی کہتے ہیں: جو مسلمان خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے اسلام سے خارج اور کفر میں داخل قرار دینا مناسب بات نہیں ہے ہاں اگر اس سلسلہ میں اس کے پاس اظہر من الشّمس دلیل ہے تو ٹھیک ہے۔ احادیث میں آیا ہے، صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہوا ہے: جو شخص اپنے دینی بھائی کو کہے: اے کافر! تو کفر کی یہ نسبت کہنے والے اور کہے جانے والے دونوں میں سے ایک کی طرف پلٹے گی، اس حدیث اور ایسی ہی دوسری حدیثوں میں کسی کو فوراً سے کافر قرار دینے سے منع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں سخت نصیحت کی گئی ہے۔ (۲۶)

ابن حزم کا نظریہ یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ مسلمان کی طرف کفر کی نسبت دینے کے لئے، ایسی ہی اہم دلیل ہو جیسی اس کے اسلام کی دلیل ہے۔ اس بنیاد پر کسی مسلمان کو نص یا اجماع کے بغیر کافر نہیں کہا جاسکتا۔ "حق یہ ہے کہ جس شخص کے لئے اسلام کا عقیدہ ثابت ہوگیا ہے وہ صرف نص یا اجماع ہی کے ذریعہ ختم ہوسکتا ہے۔ بے بنیاد دعوے اور تہمت سے زائل نہیں ہوسکتا۔ پس واجب ہے کہ کسی شخص کو اس کی بات کو دلیل بنا کر کافر نہیں کہا جاسکتا۔ مگر یہ کہ اس کی بات اس کلام کے خلاف ہو، جس کو وہ خدا یا رسولؐ کا کلام مانتا ہے پس وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف ارتکاب کی اجازت طلب کرتا ہے۔ خواہ یہ دینی عقائد میں ہو، یا کسی فرقہ میں ہو یا کسی فتوے میں ہو یا ایسی چیز میں ہو جس کو رسولؐ نے صحیح قرار دیا یا اجماع کے طریق سے نقل ہوا ہو۔ خواہ تواتر یا خبرِ واحد کے ذریعہ نقل ہوا ہو۔ "ایسی ہی بات باقلانی نے کہی ہے" کسی مسلمان کو اس کے کسی قول و نظریہ کی بنیاد پر کافر نہیں کہا جاسکتا مگر یہ کہ اس کے کافر ہونے پر

مسلمانوں کا اجماع ہو جائے اور اس پر دلیل موجود ہو تو اسے کافر کہا جائے گا۔" ابن تیمیہ کہتے ہیں: "کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کافر کہے، خواہ اس سے کوئی غلطی ہی کیوں نہ ہوئی ہو، یہاں تک کہ اس کے کافر ہونے پر دلیل و حجّت قائم ہو جائے اور اس کے لئے راستہ واضح ہو جائے۔" جس شخص کا ایمان یقین سے ثابت ہو جاتا ہے وہ شک سے ختم نہیں ہوتا ہے، بلکہ فقط حجت قائم ہونے اور شک و شبہ کے برطرف ہونے سے زائل ہوتا ہے۔ ایک دوسرے شخص کا قول ہے کہ جو مذکورہ قول کی مانند احتیاط کے موافق اور اس مصیبت سے محفوظ ہے۔ یہ قول ابن عبدالبرؒ کا ہے: صحیح نقطۂ نظر کہ جس کا کوئی معارض نہیں ہے یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا معتقد ہو گیا ہو یا اس کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہو، اگر بعد میں اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے یا وہ تاویل و توجیہہ کرے تو اس سلسلہ میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہو گیا یا نہیں۔ مسلمانوں کے اجماع کے بعد اختلاف بے معنی ہے، کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی دلیل بن جائے، وہ بھی اس اسلام سے خارج ہونے کی دلیل بن جائے جو مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہو چکا ہے، پس وہ اجماع اور ایسی ثابت و صحیح سنت و حدیث کے بغیر وہ اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہو سکتا جس کا کوئی معارض نہ ہو۔(۲۷)

اہل سنت والجماعت، جو کہ اہل فقاہت و حدیث ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ گناہ کے ارتکاب سے — خواہ گناہ بڑا بھی ہو — کوئی بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل بدعت نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے۔ پس واجب ہے کہ جس شخص کے کفر پر سب کا اجماع ہے اس کے علاوہ کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ مگر یہ کہ اس کے کافر ہونے پر ایسی دلیل قائم کی جائے کہ جو قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ "ابن نجیم" نے طحاوی اور دیگر علماء کا قول نقل کیا ہے، مسلمان فقط اس چیز کے ذریعہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے جس سے اس کا کفر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے؛ یا کسی کو کسی کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ مرتد ہو گیا ہے تو وہ اسے کافر کہہ سکتا ہے لیکن اگر اس کے کافر ہونے میں شک ہے تو اسے کافر نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کا اسلام ثابت ہو چکا ہے وہ شک سے زائل نہیں ہوگا، اسلام بلند ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جس عالم کے پاس اس قسم کا مسئلہ آئے اسے چاہئے کہ اہل اسلام کو کافر قرار دینے میں عجلت نہ کرے۔(۲۸)

زرکشی کہتے ہیں: "اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے، جو شخص کسی کو کافر قرار دیتا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اس کے کفر سے بچنا چاہئے، کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو کافر قرار دیا ہے۔"

غزالی کہتے ہیں: جو چیز اس لائق ہے کہ طالب علم اس کی طرف مائل ہو وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تکفیر سے احتراز کرے۔ کیونکہ قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز اور کھلے بندوں کلمہ، لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول

اللہ پڑھنے والوں کی جان و مال کو مباح قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے اور ہزار کافروں کو قتل نہ کرنا اتنی بڑی غلطی نہیں ہے جتنی بڑی غلطی ایک مسلمان کا قصد کے برابر خون بہانے میں ہے۔ غزالی کہتے ہیں: میری وصیت یہ ہے کہ جب تک لوگ "لاالٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ" پڑھتے رہیں، اپنی زبان سے انھیں بُرا نہ کہے، کافر کہنے میں خطرہ ہے جب کہ خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

"ابن نجیم" کہتے ہیں کہ اہل علم مسلمانوں کے لئے عذر لانے اور انھیں کافر نہ قرار دینے میں حریص ہوتے ہیں چاہے مسلمانوں سے کفرآمیز کام سرزد ہوگیا ہو نیز کہتے ہیں: "الفتاویٰ الصغریٰ" میں آیا ہے۔ کفر بہت بڑا مسئلہ ہے۔ پس میں اس وقت تک کسی کو کافر قرار نہیں دوں گا جب تک میری نظر میں ایک بھی روایت ایسی رہے گی جس کے مطابق کافر نہیں کہا جاسکتا۔

پھر کہتے ہیں: خلاصہ اگر کسی مورد میں چند احتمال ہوں اور تکفیر کے اثبات پر دلیل موجود ہو اور دوسری دلیل تکفیر کے خلاف موجود ہو تو اس صورت میں مفتی پر واجب ہے کہ تکفیر کے خلاف والی دلیل کے مطابق عمل کرے کیونکہ مومن کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد موصوف اپنے نظریہ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں: جو چیز میرے لئے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک مسلمان کے کلام و عمل کو نیک چیز پر حمل کرنے کا امکان ہے، یا اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہے اس وقت تک کسی ضعیف روایت کی بنیاد پر اس کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ روایات میں آنے والے کفرآمیز الفاظ کی بنیاد پر کسی کو کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ میں نے یہ طے کیا ہے کہ کسی کے کفر کا فتویٰ نہیں دوں گا۔

ملیباری نے نقل کیا ہے کہ اس سلسلہ میں صبر واحتیاط سے کام لینے پر قدیم وجدید علماء کا اجماع ہے۔ مفتی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جہاں تک ہوسکے کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط کرے، کیونکہ اس میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ غالباً عام لوگ کفر گوئی کا قصد نہیں رکھتے ہیں، ہمارے قدیم وجدید رہبروں کا یہی شیوہ رہا ہے۔

علمائے اسلام نے کسی مسلمان کے کافر سمجھنے کو اجتماعی وانفرادی طور پر خطرناک قرار دیا ہے اور اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ غلطی سے مسلمان کو کافر قرار دینا بہت بڑا ظلم اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مسلمان کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ کفر سے پاک ہے۔ اس کے نزدیک اسلام یقین سے ثابت ہوا ہے، پس یقین ہی سے زائل ہوگا یقین سے کم معاملہ کو ہم، حسن ظن، عذرپسندی اور خفیہ رکھنے کو دفع کردیں گے اور کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لئے، ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیں گے۔ اس نظریہ کی دلیل دین میں احتیاط اور مسلمانوں کی عزت وجان کی حفاظت ہے۔

نووی نے کہا ہے: اہل سنت کے محدثین، فقہا اور متکلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس مومن کو اہل قبلہ میں قرار دیا گیا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو دل سے اسلام کا معتقد ہوچکا

ہے اور اس عقیدہ میں کوئی شک و تردد نہیں ہے اور کلمہ شہادتین پڑھتا ہے پھر اگر وہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے اندر کوئی ایسا نقص ہے جس سے وہ زبان سے کلمہ شہادتین نہیں پڑھ سکتا تو مومن ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں: اجماع اس شخص کے ایمان پر منعقد ہوا ہے، جو دل سے اس –ایمان– کی تصدیق کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے مگر یہ کہ زبان سے اقرار کرنے میں کوئی چیز مانع ہو جیسے گونگا ہو یعنی کہ یہ زبان سے اقرار کرنے میں مانع ہے۔

ابوالحسن مالکی کہتے ہیں: عیاض نے کیا خوب کہا ہے! اگر اعتقاد و نطق پایا جاتا ہے تو وہ بالاجماع مومن ہے اور اگر یہ دونوں نہیں ہیں تو بالاتفاق کافر ہے۔ اگر دل میں اعتقاد رکھتا ہے لیکن زبان سے اقرار کرنے میں معذور ہے تو بنابر مشہور وہ مومن ہے۔ اگر صرف زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے تو وہ صدر اسلام میں منافق اور آج کل زندیق و کافر ہے۔ (۲۹)

ابن ابی العز حنفی کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص دل سے ایمان کی تصدیق کرے لیکن اعضاء و جوارح سے مومن جیسے کام انجام نہ دے تو وہ خدا اور رسولؐ کا نافرمان اور عذاب کا مستحق ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں: جو شخص دل سے ایمان رکھتا ہو اور زبان سے ایمان کی باتیں کرتا ہو تو وہ ایمان لانے میں کامیاب ہوگیا ہے، خواہ استدلال کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، وہ خدا اور مومنین کی نظر میں مومن ہے اور جو ایمان کے اعمال کو ضائع کرتا ہے وہ گناہگار مومن ہے اور اس کا ایمان ناقص ہے لیکن کافر نہیں ہے۔ (۳۰)

ابو حامد غزالی کہتے ہیں: غلامی اور آزادی و حرّیت کی مانند کفر بھی ایک شرعی حکم ہے کیونکہ اس کے معنی خون کو مباح کرنے اور اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس حکم کا مدرک شرعی ہے یا یہ حکم نص سے سمجھ میں آتا ہے یا منصوص قیاس سے حاصل ہوتا ہے۔ قاضی عیاض تاکید کرتے ہیں کہ اس حکم میں اشتباہ و ابہام کا پتہ لگانے کے لئے، شرع ہے عقل کو اس میں دخل نہیں ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: کفر ایک شرعی حکم ہے جو صاحب شریعت سے حاصل ہوا ہے۔ کبھی اس کے صحیح و غلط ہونے کو عقل سے سمجھا جاتا ہے، لیکن جہاں عقل کے لحاظ سے غلطی ہو جائے وہ شریعت کی رو سے کفر نہیں ہے، جیسا کہ شرع کی رو سے ہر اس چیز کا جاننا واجب نہیں ہے جو عقل کی رو سے صحیح ہے۔ ابن وزیر کہتے ہیں: تکفیر کا حکم محض سمعی ہے۔ عقل کو اس میں بالکل دخل نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: کفر و فسق کا حکم محض قطعی ہے۔ (۳۱) "کتاب الفتاویٰ الصغریٰ" میں لکھا ہے: کفر بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جب تک مجھے کسی کے کافر ہونے کے بارے میں کوئی حدیث نہیں مل جاتی اس وقت تک میں کسی مومن کو کافر قرار نہیں دیتا

خلاصہ وغیرہ میں مرقوم ہے کہ اگر اس مسئلہ میں چند دلیلیں ہوں اور ان سب کی رو سے تکفیر واجب ہو اور ایک دلیل سے تکفیر ممانعت ثابت ہوتی ہو تو مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنے کی بنا پر مفتی پر واجب ہے کہ تکفیر کی ممانعت کرنے والی دلیل کے مطابق عمل کرے۔ "البزّازیّہ" میں یہ اضافہ کیا گیا ہے: مگر یہ کہ دوسری دلیل اس کے کفر کے سبب و قصد کی طرف اشارہ کرے تو اس صورت میں تاویل و توجیہ سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

کتابِ "تاترخانیّہ" میں لکھا ہے: احتمال کی بنیاد پر کسی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ کفر آخری سزا ہے اور یہ سخت جرم کے متقاضی ہے اور احتمال کے ساتھ کسی انتہا پسندی کی ضرورت نہیں ہے۔

کتابِ "البحر" میں "الجامع الصغیر" سے نقل کیا ہے: اگر کوئی شخص عمداً زبان سے کفر آمیز بات کہے لیکن کفر کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، اس کے بارے میں ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ کفر کا تعلق انسان کے ضمیر و باطن اور دل سے ہے اور یہاں اس کے ضمیر میں کفر نافذ نہیں ہوا ہے۔ بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اس سے وہ کافر ہو جائے گا، میرے نزدیک یہ نظریہ درست ہے کیونکہ اس نے اپنے دین کو کم قیمت شمار کیا اس کے بعد کتاب "البحر" میں لکھا ہے کہ جو بھی مذاق میں یا جملہ بازی میں کفر آمیز بات کہتا ہے وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اس کے عقیدہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایسے ہی "الخانیہ" میں اس کی تصریح کی ہے کہ جو شخص غلطی یا جبر سے کفر آمیز بات کہے اسے کوئی بھی کافر قرار نہیں دیتا ہے اور جو شخص ارادہ و اختیار سے اور اس کلام کے کفر سے واقف نہ ہو اور اسے زبان پر لائے تو ایسے شخص کے کفر میں اختلاف ہے۔

شیخ محمد عبدہ کہتے ہیں، دین اسلام کے اصول میں سے تکفیر سے دور رہنا بھی ہے، چنانچہ مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے اور احکام دین کے قواعد میں شمار ہوتی ہے کہ جب کسی کہنے والے کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے کہ جس میں کفر کے سوا احتمال دیئے جائیں اور ایک احتمال ایمان کا بھی ہو تو اسے ایمان پر حمل کیا جائے گا اسے کفر پر حمل کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ محمد راغب نے ابو حامد غزالی کی کتاب "التفرقة بين الاسلام والزنادقة" سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب تک اہل قبلہ کلمۂ لا الہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ(ص) پڑھتے رہیں اور اس کا نقض نہ کریں اس وقت تک ان کے خلاف لب کشائی نہ کرنا، اور اس کے نقض سے مراد یہ ہے کہ کسی عذر یا بے عذر کی وجہ سے رسولؐ کے لئے جھوٹ کو جائز قرار نہ دیں۔

غزالی کہتے ہیں: اس شخص کو کوئی شرعی دلیل کے بغیر کیسے کافر کہہ سکتا ہے جو خدا اور روزِ جزاء پر ایمان رکھتا ہے اور زبان سے خدا کو ہر عیب و نقص سے پاک قرار دیتا ہے اور خلوص کے ساتھ خدا کے لئے عمل

کرتا ہے اور اس طرح اپنے ایمان میں اضافہ کرتا ہے اور خداوند متعال کی معرفت حاصل کرتا ہے، خدا بھی اس کو نوازتا ہے اور اس کے لئے معرفت واکرام کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اسے اپنی رضا سے نوازنے کا اعلان کرتا ہے۔ کسی کے کافر کہنے سے اس کا ایمان ضائع نہیں ہوتا، ہاں مگر یہ کہ وہی ایمان سے الگ ہو جائے اور ایسی چیز کا معتقد ہو جائے جو ایمان سے میل نہیں کھاتی۔ (۳۲)

کسی کے ایمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا

اگر کوئی کافر کسی مسجد میں نماز پڑھے، چاہے امام جماعت کے عنوان سے پڑھے، ماموم وغیرہ کے عنوان سے پڑھے تو اس سے اس کا اسلام ثابت ہو جائے گا۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: اگر کافر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، تو اس سے اس کا اسلام ثابت ہو جائے گا، چاہے وہ امام ہو یا ماموم اور اگر وہ فرادیٰ نماز پڑھے اور مسجد میں پڑھے تو بھی اس کا اسلام ثابت ہو جائے گا۔ ایک روایت میں آیا ہے جو کہ ابو حنیفہ سے نقل ہوئی ہے۔ اگر مسجد کے علاوہ دوسری جگہ نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کا ایمان ثابت نہیں ہوگا۔ ابو حنیفہ اس آیۂ شریفہ سے استدلال کرتے ہیں: "اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِیۡنَ۔" (۳۳) اس آیت میں وارد لفظ "یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ" کو مسجد کے آباد کرنے کی علامت سمجھا گیا ہے، مسجد کو آباد کرنے سے اس کی عمارت بنانا مراد نہیں ہے بلکہ اس میں نماز پڑھ کر آباد کرنا مراد ہے۔ (۳۴)

انس ابن مالک نے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے ان سے فرمایا: جو شخص ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے ہماری نماز پڑھتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو ہمارا (اور اس کا) ایک ہی حکم ہے۔ دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ "وہ مسلمان ہے" اور وہ تمام احکام میں ہمارے ساتھ شریک و مشترک ہے، دونوں روایتوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: جس شخص کو مسجد میں زیادہ دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو، آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے، جب کہ نماز پڑھنے کی وجہ اس کے خون کی حفاظت ہو گئی ہے تو اسے مسلمان ماننا واجب ہے۔ نیز فرمایا: ایمان و کفر کے درمیان فاصلہ، ترک نماز ہے۔

نتیجہ

اہل سنت کے فقہائے اربعہ اور ان کے مفسرین و محدثین کے نظریات کو گذشتہ مطالب کے ذیل میں پیش کیا گیا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تکفیر کا یہ وقوعہ کہ جس میں آج کل ہماری امت

اسلامیہ مبتلا ہے جس نے مسلمانوں کے تحفظ اور امن وسکون کو غارت کردیا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جان ومال اور شہروں کو مباح سمجھ لیا گیا ہے۔ مجتہدین (اربعہ) کے نظریات میں اس ۔ تکفیر ۔کی کوئی بنیاد نظر نہیں آتی ہے۔ ہاں یہ کام (مسلمانوں کو کافر کہنا) خوارج نے (شروع) کیا تھا انہوں نے رسولؐ کے چچازاد بھائی اور ان دس آدمیوں (عشرہ مبشرہ) میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تکفیر کی تھی جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ خوارج پہلا گروہ ہے جو تکفیر کے دَلدَل میں غرق ہوا تھا؛ انہوں نے مسئلہ حکمیت "لاحکم الّا للہ" میں حضرت علیؑ کو (معاذاللہ) کافر قرار دیا تھا، کیونکہ آپ نے ان کے اور اہل شام کے درمیان حکمیت کی رضا دی تھی حضرت علیؑ نے فرمایا: خوارج کا یہ کہنا "لاحُکمَ الا للہ" حق ہے لیکن اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ اسی طرح خوارج بڑے گناہ کے مرتکب کو بھی کافر کہتے تھے۔ خوارج کا علم کے بغیر خدا و رسولؐ کے بارے میں بحث کرنا اور فتنہ و فساد برپا کرنا اور لڑائی جھگڑوں میں مشغول رہنا، ان کی گمراہی کی واضح دلیل ہے۔ ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے بہت سے خون بہائے گئے، حرمت و عزت کو پامال کیا گیا۔ شروع سے آج تک اس تکفیر کے مخرب اثرات کی وجہ سے مسلمانوں نے بہت رنج و غم اٹھائے ہیں۔ اسی طرح اس عہد میں بھی کچھ اسلامی گروہ مسلم حکمرانوں اور اسلامی معاشروں کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے خلاف شورش کرنے کی دعوت دیتے ہیں، یہ گروہ اپنے اس فکری و عملی مسلک کے ساتھ کچھ مشترک باتوں کے سبب خوارج ہم خیال ہوگئے ہیں۔ منجملہ مشترک باتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ بھی بڑے گناہ کے مرتکب لوگوں کو کافر کہتے ہیں، حکام اور زمامداروں کے خلاف شورش کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کو ہوا دیتے ہیں ایسی باتیں کہنے والوں اور ایسے غلط نظریات رکھنے والوں کی گمراہی پر خوارج کی گمراہی کی مانند یہ دلیل ہے، "وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرون" (۳۵) کفر کے معنی انہوں (علماء) نے دین سے نکل جانا لئے ہیں اور جو کفر میں ہیں اور جو لوگ دین سے خارج ہوگئے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے ان لوگوں نے اس آیت کے بارے میں یہ نہیں دیکھا کہ رسولؐ کے اصحاب نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں معتبر پیشواؤں کے اقوال پر نظر ڈالی ہے اور نہ عربی میں لفظ "کفر" کے معنی کو ملاحظہ کیا ہے۔ اس مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول اور سلف صالح کے اقوال اور کتاب خدا اور سنت رسول کے الفاظ کے معنی وہ مدالیل سے آگاہ ہونے کی (اشد) ضرورت ہے اس آیت میں وارد لفظ "کفر" صرف ایک معنی (دین سے خارج ہونے) پر دلالت نہیں کررہا ہے بلکہ یہ لفظ درج ذیل دو آیتوں میں وارد لفظ "ظلم" و "فسق" کی مانند ہے: "وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الظَّالِمُون" (۳۶)، "وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْن" (۳۷) یہاں ظلم و فسق کے

وصف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو لوگ ان دو صفتوں سے متصف ہیں وہ دین سے نکل گئے ہیں اسی طرح مبداء کفر سے متصف ہونے کے معنی دین سے خارج ہونا نہیں ہیں، ایک صاحب قلم، جو تکفیر کے خطرناک نتائج سے خبر دار کرتا ہے، لکھتا ہے: فتنہ، تکفیر -خوارج کے طریقہ کار ہی کی ایک کڑی ہے- سے مربوط مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بعض گروہوں اور کچھ ٹولیوں نے تکفیر کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ مبلغین کو چاہئے کہ اس -تکفیر- کے چکر میں نہ پڑیں، ہر مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ سلف صالح کی روش کو اختیار کرے اور ان اصول و ضوابط سے آگہی حاصل کرے کہ جن کو کسی شخص کے لئے لفظ کفر استعمال کرتے وقت ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ان ضوابط میں سے اہم ترین یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کسی چھوٹے، بڑے گناہ کے مرتکب ہونے پر کافر نہ کہے، گناہ کرنے والے کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ اس سے شہادتین کو نقص و باطل کرنے والا کام صادر نہ ہو جائے۔ مسلمان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہونا چاہئے کہ جو اس کے ارتداد کا باعث ہو لیکن اس پر حجت تمام کرنا چاہئے اور اس کے شک و شبہ کو برطرف کرنا چاہئے۔ کافر کے اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ زبان سے "لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ" کہے، اس کے قلبی اقرار کا مقتضیٰ یہی دو شہادتیں ہیں۔ یہاں جن چیزوں پر توجہ کرنی چاہئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں پر ان کے ظاہر کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے، ان کے ظاہر کے اعتبار سے احکام جاری ہوتے ہیں۔ ان کے باطن کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ عمر بن خطابؓ نے کہا ہے: زمانۂ رسولؐ میں لوگ وحی (کے ذریعہ احکام) لیتے تھے اور اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ تمہارے ظاہر کے لحاظ سے پیش آؤں گا جو ہمارے لئے خیر کا اظہار کرے گا ہم اسے امان دیں گے، اسے اپنے قریب کریں گے، اس کے باطن میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا حساب خدا لے گا اور جو شخص ہمارے لئے بدی کا اظہار کرے گا، ہم اسے امان نہیں دیں گے اور اس کی تصدیق نہیں کریں گے چاہے وہ اپنے باطن کو کتنا ہی اچھا بتائے۔

ان کی اس بات کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو کافر قرار دے دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ کسی ایسے کام کا مرتکب نہ ہوجائے کہ خدا کی طرف سے اس کے کفر کا حکم آجائے، اس سے پہلے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ سلفِ صالح کا یہی شعار تھا، وہ ظاہر کے مطابق حکم کرتے تھے، خداوند عالم ان کے ظاہر و باطن کا خوب جاننے والا ہے، تکفیر کے سلسلہ میں سلف صالح نہایت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے، نصوص کو ایک دوسرے کے برابر رکھتے تھے اور افراط و غلو سے کام نہیں لیتے تھے اور حد سے تجاوز کئے بغیر نصوص کی تفسیر کرتے تھے۔

حوالے:

۱۔الدرّ المختار، ج ۴

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الد قائق، ج ۲ ص ۸۵

۳۔الایمان حقیقتہ، ج ا ص ۱۳۹

۴۔البحر الرائق شرح کنز الد قائق، ج ۲ ص ۸۴

۵۔ ابن عابدین، رَدُّ المختار علی الدّر المختار، ج ۴ ص ۲۴۴

۶۔ابو حنیفہ، الشرح المبشر علی الفقهین، الابسط والاکبر، ج ا ص ۶۷

۷۔ الدّر المختار، ج ۴

۸۔ مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحد، ج ۴ ص ۲۱۴

۹۔الدّر المختار، ج ۴

۱۰۔ایضاً

۱۱۔زین الدین بن ابراہیم بن محمد (ابن نجم) البحر الرائق شرح کنز الد قائق، ج ا ص ۳۶۴

۱۲۔الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی، ج ا ص ۳۷۴

۱۳۔الشرح الکبیر، ج ۴

۱۴۔سورۂ انفال: ۳۸

۱۵۔التاج والاکلیل لمختصر خلیل، ج ۲

۱۶۔شافعی: الاشباہ والنظائر

۱۷۔التذکرہ

۱۸۔نووی، روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین، ج ۳

۱۹۔ تقی الدین ابوبکر بن محمد حسینی حسنی دمشقی، شافعی کفایۃ الاخیار فی حلّ غایۃ الاختصار، ج ۲

۲۰۔سورۂ بقرہ، ۲۸۵

۲۱۔ بحث فی التکفیر، ج ا ص ۱۲

۲۲۔حوالہ سابقہ

۲۳۔محمد بن محمد مختار شنقیطی شرح زاد المستقنع، ص ۲۲۶

۲۴۔کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۲ ص ۶

۲۵۔الایمان والکفر فی الکتاب والسنہ، ج ص ۴۹

۲۶۔المخلص الفقہی، ج۲، ص ۲۳۷
۲۷۔ د۔منقذ بن محمود سقار، التکفیر وضوابط، ج اص ۱۲
۲۸۔حوالہ سابقہ
۲۹۔الغلو فی التکفیر، ج اص ۱۴
۳۰۔الغلو فی التکفسیر، ج اص ۴۱
۳۱۔منقذ بن محمود سقار، التکفیر وضوابط
۳۲۔ آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابۃ وصیانۃ القرآن الکریم، ج ۴ ص ۷
۳۳۔سورہ توبہ: ۱۸
۳۴۔ ابوالحسن ماوردی، الحاوی الکبیر
۳۵۔سورۂ مائدہ، ۴۴
۳۶۔ سورۂ مائدہ، ۴۵
۳۷۔ سورۂ مائدہ، ۴۷

☙⊙❧